ید اللہ علی الجماعۃ۔ ترمذی
لا جماعۃ الا بامارۃ۔ دارمی

حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی
سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور

مدیر مسئول
حافظ محمد جاوید روپڑی
نگران اعلیٰ

54 | جمعۃ المبارک | 17 محرم 1432ھ 24 تا 30 دسمبر 10ء | شمارہ 49
7656730
7659847

دعا

جس کا خدا پر یقین نہ ہو، اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔ دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے التجا ہے، اپنی فانی اور محدود زندگی کی کسی الجھن سے نکلنے کے لیے۔ بچہ بیمار ہو جائے تو ماں کو آداب دعا خود بخود آ جاتے ہیں۔ جہاز خطرے میں ہو تو مسافروں کو دعا سکھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دعا ان کے دل سے نکلتی ہے، بلکہ ان کی آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔ دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں دعا مانگنے والا ہے، وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔

دعا الفاظ کی محتاج بھی ہے اور الفاظ سے بے نیاز بھی۔ دعا منظور فرمانے والا خود ہی انداز عطا فرماتا ہے۔ ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے، ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔

دعا پر اعتماد، ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے کہ انسان دعا کا سہارا ہاتھ سے نہ جانے دے۔ جب کسی قوم یا فرد کا دعا سے اعتماد اٹھ جائے تو آنے والا وقت مصیبت کا زمانہ ہوتا ہے، گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔

دعا مانگنا شرط ہے، منظوری شرط نہیں۔ اللہ کریم کے پاس مکمل اختیار ہے، چاہے تو گنہگار کی دعا منظور فرما لے، نہ چاہے تو پیغمبر کی دعا بھی منظور نہ فرمائے۔ ان حالات میں دعا کا مقام کیا رہ گیا؟ دعا کا یہی مقام ہے کہ انسان تقرب الٰہی کی خواہش کو کمزور نہ ہونے دے۔ دعا یہ ہے کہ اللہ ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ ہونے دے۔ دعا یہ ہے کہ ہمارا دل نور ایمان سے روشن ہو، دعا یہ ہے کہ اتنا کرم نہ ہو کہ ہم اس کی یاد سے غافل ہو جائیں اور اتنا ستم بھی نہ ہو کہ ہم اس کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔ دعا یہ ہے کہ اللہ ہمیں منظور ہونے والی دعاؤں کی آگہی عطا فرمائے اور وہ دعائیں جن پر باب قبول بند ہو، ان کی توفیق عطا نہ فرمائے۔ انسان اکثر ان چیزوں کو پسند کرتا ہے، جو اس کے لیے نقصان دہ ہیں اور اکثر ان چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جو اس کے لیے مفید ہیں۔ ہم اپنی پسند کی چیزیں مانگتے ہیں اور جب وہ حاصل نہیں ہوتیں، تو ہم شور مچاتے ہیں حالانکہ ان کا حاصل نہ ہونا ہی ہمارے لیے مفید ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسنون دعائیں مانگی جائیں۔ ہمیں دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے۔ بچے کے پیدا ہونے سے لے کر میت کے دفن کرنے تک ہر مقام پر دعا کا طریقہ کار بتایا گیا ہے۔

بس بات اتنی سی ہے کہ ہم اُس سے اُس کے تقرب کے علاوہ سب کچھ مانگتے رہتے ہیں، اور پھر گلہ کرتے ہیں کہ دعا منظور نہیں ہوتی۔ ہم دوسروں کی تباہی اور ہلاکت کی دعا مانگتے ہیں، کیسے منظور ہو؟ بہر حال جب تک زندگی ہے دعا رہے گی۔ دعا آہ ہے، فریاد ہے، شب تاریک کی تنہائیوں میں ٹپکنے والا آنسو بھی دعا ہے۔ سر نیاز کا بے نیاز کے سامنے جھک جانا بھی دعا ہے۔ کسی بے بس کی نگاہ کا خاموشی سے سُوئے فلک اٹھنا بھی دعا ہے بلکہ مضطرب دل کی دھڑکن بھی دعا ہے۔ روح کی مخلصانہ آرزو بھی دعا ہے۔ ہم کسی کی دعا کی تاثیر ہیں۔ ہماری دعائیں کسی اور زمانے کو اثر دیں گی، منظور ہو یا نا منظور، دعا بدستور جاری رہنی چاہیے۔ قوم کے ہر فرد کو قوم اور ملک کی سرفرازی کی دعا کرنی چاہیے۔

جامعہ اہل حدیث کا ویب سائٹ ایڈریس www.jaamia.com

جماعتی خبریں

خلافت راشدہ واہل بیت کانفرنس

مورخہ 24 دسمبر 17 محرم بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث نزد ریلوے پھاٹک جنڈیالہ روڈ شیخوپورہ میں ایک عظیم الشان سالانہ خلافت راشدہ کانفرنس زیر سرپرستی مولانا عطاء الرحمٰن اور زیر صدارت مولانا حافظ عبدالرحمٰن منعقد ہو رہی ہے۔

جس میں حضرت مولانا ڈاکٹر سید طیب الرحمٰن زیدی، مولانا عبدالرشید حجازی، شیر پنجاب مولانا منظور احمد، حافظ ذاکر الرحمٰن صدیقی، قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی، قاری محمد حنیف ربانی، مولانا شفیق خاں پسروری، مولانا یوسف پسروری، مولانا عمر صدیق، مولانا محمد نواز چیمہ، مولانا پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی، حافظ عثمان شاکر، رانا محمد نصر اللہ خاں خطابات ارشاد فرمائیں گے۔(ان شاء اللہ) تمام اہل اسلام شرکت فرما کر حب صحابہ واہل بیت کا ثبوت دیں۔[منجانب: قاری عزیز الرحمٰن عزیزی بن شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری 0300-4982092]

تیتر اور بٹیرے اکٹھے کھانے والے نفاذ اسلام کے لیے بھی متحد ہوں!

خطیب پاکستان پروفیسر محمد ابراہیم قصوری نے کہا ہے کہ اسلام آباد میں تیتر اور بٹیرے اکٹھے کھانے والے قومی راہنما نفاذ اسلام کے لیے متحد کیوں نہیں ہوتے؟ مسلمان حکمرانوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ملک میں اقامت صلوٰۃ، ایتائے الزکوٰۃ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا نظام قائم کریں۔ جبکہ اس کے برعکس زرداری حکومت ناموس رسالت قانون کی دھجیاں بکھیر رہی ہے اور غریبوں کو مزید دبانے کے لیے آر۔ جی۔ ایس۔ ٹی بل قومی اسمبلی سے پاس کرانے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ان خیالات کا اظہار انہوں نے جامعہ ابراہیمیہ کنگن پور میں بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

انہوں نے اپنے تفصیلی خطاب میں روپڑی خاندان، لکھوی خاندان، سیالکوٹی خاندان، دہلوی سلفی خاندان، غزنوی خاندان، بھوجیانی خاندان کا بڑے رقت آمیز انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے ان کی دینی خدمات کو سراہا اور انہوں نے کہا کہ تمام دینی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر منظم ہو کر دینی جستجو میں اپنا رول ادا کریں۔تاکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور سنت نبوی ﷺ کا قیام ہو سکے۔

[المرسل: صاحبزادہ محمد اسحاق خادم قصوری ایم اے، بی ایڈ، خطیب کنگن پور ضلع قصور 0300-6596434]

دعائے صحت

حافظ محمد اشرف قمر کی والدہ محترمہ فاطمہ میموریل ہسپتال میں زیر علاج ہے۔تمام جماعتی احباب سے التماس ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔آمین

[دعا گو: مولانا شفیع انور مدرس جامعہ اہلحدیث لاہور]

دعائے صحت

جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور کے طالبعلم قاری عبدالظاہر، قاری عبدالمتین کی والدہ ماجدہ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا اور شوکت ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔قارئین سے دردمندانہ استدعا ہے کہ خصوصی اوقات میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قاری صاحبان کی والدہ ماجدہ کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔آمین

[ادارہ]

تنظیم اہلحدیث
لاہور

مدیر مسئول
حافظ محمد جاوید روپڑی

جلد 54 ☆ شمارہ 49
17 محرم ☆ 1432ھ
24 دسمبر ☆ 2010ء
C.P.L - 104

فون: 7656730 / 7670968 فیکس : 7659847

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی : حافظ عبدالوہاب روپڑی
نائب مدیر انتظامی : مولانا محمد جابر حسین
معاون مدیر : مولانا عبداللطیف حلیم
منیجر: شہادت طور
0300-4583187
کمپوزنگ/ڈیزائننگ : وقار عظیم بھٹی
0301-4002662

فہرست

اداریہ	3
الاستفتاء	5
تفسیر سورۃ آل عمران	7
عبادثلاثہ	9
تدوین حدیث کے منفرد داعی	13
صنعتی عہد کے ثمرات تلخ	15
مقصد عید قرباں	17

زرتعاون

فی پرچہ - 7 روپے
سالانہ - 300 روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمن گلی نمبر 5
چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ

حافظ عبداللطیف مدرس جامعہ اہلحدیث لاہور

چین کی ترقی اور ہم

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان اور چین کے عوام ایک دوسرے کے ساتھ دوستی کے مضبوط رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں اور یہ رشتہ کوئی نیا نہیں۔ بلکہ جب عوامی جمہوریہ چین پاکستان کی آزادی کے دوسال بعد (1949) میں معرض وجود میں آیا تو اس رشتہ کی بنیاد رکھی گئی، پاکستان ان چند ممالک کی فہرست میں شامل ہے جنہوں نے اس پہلی فرصت میں چین کی آزادی کو تسلیم کیا۔ پھر اس کے بعد آج تک اس کے ساتھ تعلقات مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے۔ خطے کے حالات جس قدر بھی خراب ہوں یا عالمی حالات جس طرح کا بھی رخ اختیار کریں ان تعلقات میں کبھی کمی نہیں آئی۔ دونوں ایک دوسرے کے دکھ اور سکھ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جب بھی خاص طور پر پاکستان پر کوئی مشکل وقت آیا تو چین نے آگے بڑھ کر پاکستان کی مدد کی۔ 1965 اور 71 کی جنگ یا 2005 میں آنے والا زلزلہ ہو یا پھر ایٹم کی بناء پر پاکستان پر پابندیاں ہوں۔ چین نے اپنے مخلص اور دیرینہ دوست پاکستان کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ چین اس وقت جس رفتار سے ہر شعبہ میں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے، بہت جلد سپر پاور کا مقام حاصل کرلے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ چین پاکستان کا ایک حقیقی مخلص دوست ہونے کے ساتھ خودمختار، خودفعال بھی ہے۔ لیکن ہم اس اہم دوست ملک سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے؟ کیا ہم امریکی استعمار کے چنگل میں اس قدر جکڑے جاچکے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے کسی دوست ملک سے اپنے مفادات میں معاملات بھی طے نہیں کرسکتے؟

اس وقت ہر پاکستانی کی یہ خواہش ہے کہ ملک امریکی تسلط سے باہر نکلے اور ایسی پالیسیاں ترتیب دی جائیں جو ملک اور قوم کے مفاد میں ہوں تاکہ پاکستان بھی ترقی کی منازل

طے کر سکے۔ عوام خوشحال ہوں، نیز جس مقصد کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا وہ پورا ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام چاہتے ہیں کہ حکمران چائنہ سے اپنے تعلقات کو مزید آگے بڑھائیں اور ان کے ساتھ ایسے معاہدات کیے جائیں جن سے ہماری معیشت مضبوط ہو۔ جب بھی چین کا کوئی مرکزی عہدیدار (صدر، وزیراعظم) پاکستان کا دورہ کرتا ہے پاکستان کے عوام بڑھ چڑھ کر استقبال ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی خوشی بھی دیدنی ہوتی ہے۔ کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ہمارے دوست ملک سے آئے ہوئے مہمان ہمارے ملک اور قوم کو خوشی کا کوئی ضرور پیغام دیں گے۔

اس دفعہ بھی چین کے وزیراعظم چکلالہ ایئرپورٹ پر پہنچے تو بھرپور شان و شوکت سے ان کا استقبال کیا گیا۔ 21 توپوں کی سلامی دی گئی، انہوں نے صدر، وزیراعظم اور ارکان کابینہ سے اور پارلیمنٹ سے بھی خطاب کیا۔ علاوہ ازیں پاکستان اور چین کے درمیان موجود سرمایہ کاری کو مزید بہتر بنانے کی غرض سے دفاع، زراعت، سائنس و ٹیکنالوجی، مواصلات، تجارت اور معیشت کے ساتھ ساتھ عوامی تعلقات کو بھی مضبوط بنانے کی یادداشتوں پر بھی دستخط کیے گئے۔ پاکستان اور چین کے درمیان 9 معاہدوں اور مفاہمت کی 4 یادداشتوں پر بھی دستخط ہوئے۔ ان معاہدوں کے تحت چین پاکستان میں مختلف شعبہ جات میں 30 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کرے گا۔

اس کے علاوہ دونوں ممالک کی تجارتی کمپنیوں کے درمیان 22 معاہدوں پر بھی دستخط ہوئے۔ علاوہ ازیں چین نے سیلاب سے متاثرہ علاقوں کی تعمیر نو کے لیے 200 ملین ڈالر کی گرانٹ کا بھی اعلان کیا۔ زرعی منصوبوں کے معاہدے اس کے علاوہ ہیں، چین کے وزیراعظم نے اس موقع پر مڈل سکول کے پاکستانی طلباء کو پانچ سو وظائف دینے کا بھی اعلان کیا۔ جن کے ذریعے ان طالبعلموں کو چین میں ورکشاپس کے لیے مدعو کیا جائے گا جبکہ متبادل توانائی کے فروغ کوئلہ، ہوا، بجلی، پانی کے منصوبوں کے حوالے سے بھی چین مکمل تعاون کرے گا۔

یہ تمام اقدامات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ پاکستان اور چین کے درمیان گہرے تعلقات ہیں اور دونوں ملکوں کی قیادت اور عوام اس بات سے بخوبی آگاہ ہے۔ اسی لیے پاکستان کے وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے 2011 کو پاک چین دوستی کا سال قرار دیا ہے۔ یہ سارے معاہدے اور ساری چیزیں اپنی جگہ اہم اور وقت کی ضرورت ہیں۔ لیکن سب سے اہم یہ ہے کہ پاکستان کی قیادت کو چینی قیادت سے اور اس کی ترقی سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہماری قیادت کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا دوست ملک ہم سے دو سال بعد آزاد ہوا لیکن ترقی کے میدان میں ہم سے کہیں آگے ہے اور اس وقت دنیا کی چوتھی بڑی معیشت ہے۔ اس ملک نے بے مثال ترقی کی ہے، اس کی وجوہات اور اسباب کیا ہیں؟ سب سے بڑا اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے ہر شعبہ میں نظم و نسق قائم اور دائم ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں اس کا انتہائی فقدان ہے۔ ہر شخص اپنی مرضی کے قانون کا پابند ہے۔ ان کے منصوبے تسلسل کے ساتھ جاری رہتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں جب بھی حکومت آتی ہے (چاہے وہ الیکشن کے ذریعے منتخب حکومت ہو یا مارشل لاء کے ذریعے) وہ سابقہ حکومت کے منصوبوں کو ختم کر کے نئے سرے سے کام شروع کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے سابقہ حکومتوں کی طرف سے ان منصوبوں پر لگایا گیا سرمایہ ضائع اور کرپشن کی نذر ہو جاتا ہے اور عدم استحکام کو بھی فروغ ملتا ہے۔ سب سے اہم بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ہمیں اپنے عظیم دوست سے کیے ہوئے معاہدوں اور عہدوں کی ہر صورت میں پاسداری کرنی چاہیے اور کسی مصلحت کو آڑے نہیں دینا چاہیے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ہمارے دشمنوں کو یہ معاہدات اچھے نہ لگیں اور وہ اس میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کریں۔

ہمیں اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ دونوں ملک ایک دوسرے کی ضرورت ہیں۔ چین نے بحر ہند تک پہنچنا ہے اور اسے پاکستان کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ مشرق وسطیٰ اور براعظم ایشیا پاکستان کی مدد سے پہنچ سکتا ہے۔ جبکہ پاکستان اپنی معیشت پہلے سے زیادہ بہتر طریقے سے استعمال کرے تو وہ بھی ترقی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ اس سے دونوں ممالک کے درمیان مزید قربتیں بڑھیں گی۔ ان شاء اللہ

الاستفتاء

مفتی عبید اللہ خان عفیف
بانی جامع مسجد لمنۃ العزیز اہلحدیث فیصل آباد

عید مدالید من گھڑت کہانی ہے!

1۔سوال: عید مدالید کی شرعی اور تاریخی حیثیت کیا ہے؟ اس کے دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالیں۔

2۔سوال: کیا حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور ملاقات ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس کے قائل ہیں۔ان کا یہ عقیدہ اسلامی عقائد کے ساتھ کہاں تک تعلق رکھتا ہے۔جیسا کہ سیوطی نے اپنی کتاب تنویر الحلک فی رویۃ النبی والملک میں لکھا ہے۔

سائل: سعید احمد سلفی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث جھنگ شہر

الجواب بعون الوہاب ومنہ الصدق والصواب:

1۔جواب: "مَدَّ یَمُدُّ مَدًّا" کا معنی ہاتھ بڑھانا۔یہاں نبی کریم ﷺ کا اپنی قبر شریف سے اپنا ہاتھ مبارک باہر نکالنا مراد ہے۔یعنی ہاتھ مبارک نکالنے کی عید۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیخ احمد بن احمد بن یحیٰی بن حازم بن علی بن رفاعہ المعروف احمد الرفاعی ولادت محرم ۵۰۰ھ آپ شافعی المذہب، متبع سنت اور ولی اللہ تھے۔انکی وفات کے بعد انکے جاہل اور بدعتی مریدوں میں سے کسی غالی اور بدعتی مرید نے یہ من گھڑت واقعہ ان کی طرف منسوب کیا ہے کہ ایک دفعہ شیخ احمد الرفاعیؒ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے جذبات میں آ کر یہ شعر پڑھے۔

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہ
تقبل الارض عنی وھی نائبتی

جب میں دور تھا تو میں اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر بھیجتا تھا، جو میری طرف سے نائب بن کر زمین کو بوسہ دیتی تھی۔

وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینك کی تحظی بھا شفتی

اب میرا وجود خود حاضر خدمت ہے، آپ ہاتھ بڑھائیں تاکہ میرے ہونٹ اس کو چوم کر سعادت حاصل کریں۔

گویا وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک کھڑکی سے باہر نکالا تو شیخ رفاعی نے اسکو بوسہ دیا۔اس جھوٹے اور وضعی قصہ کو بنیاد بنا کر جاہل مریدوں نے اسکا نام عید مدالید رکھ لیا اور اسکو منانا شروع کر دیا۔مگر یہ قصہ بوجوہ سراسر جھوٹا اور وضعی اور فرضی ہے اور شیخ احمد رفاعی المتوفی ۵۷۸ھ کی طرف اس کی نسبت کرنا بہت بڑی گپ اور شیخ پر افتریٰ اور بہتان ہے۔

وجہ اول:

شیخ احمد الرفاعی کے حالات وسوانح پر متعدد مورخین نے مفصل روشنی ڈالی ہے۔جن میں قاضی احمد المعروف ابن خلکان صاحب وفیات الاعیان (تاریخ ابن خلکان) امام سیوطی، تاج سبکی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آپ کے حالات قلمبند کرتے ہوئے ایک مورخ اور عقیدت مند لکھتا ہے کہ ایک بلی آپ کے آستین پر سوگئی، اس کی نیند کا خیال رکھتے ہوئے آپ نے اپنی آستین کاٹ دی، مگر بلی کو اٹھانا گوارا نہ کیا۔مچھر کا قصہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ پر بیٹھ کر خون چوستا رہا۔ان کتوں کا بھی قصہ لکھا ہے کہ جو دار الطعام میں رکھی ہوئی کھجوریں کھا جاتے تھے اور وہیں پر ایک دوسرے سے اٹھکیلیاں کرتے اور کھیلتے تھے۔اس وقت وہ دروازہ پر کھڑے ہو جاتے تا کہ کوئی آدمی اندر آ کر ان کو ایذا نہ پہنچائے۔

ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو لکھنے والوں نے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کے نکلنے کا اشارہ تک نہیں کیا۔حالانکہ اگر یہ قصہ ہوتا تو شیخ کی یہ سب سے بڑی اور انوکھی کرامت تھی، جس کا ذکر ضروری تھا۔اسی طرح تاج سبکی مشائخ و اولیاء کا بڑا عقیدت مند، بالخصوص شافعی المسلک بزرگوں کے حق میں بڑا متعصب مورخ اور ابن خلکان جیسا مشہور مورخ اسلام نے شیخ کی اس کرامت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ قصہ سراسر جھوٹا، بہت بڑا بہتان اور کذب و افتریٰ کا ملغوبہ ہے۔

وجہ ثانی:

جن لوگوں نے یہ قصہ روایت کیا ہے ان میں سب سے بہتر امام سیوطیؒ ہیں۔انہوں نے بھی صرف بعض مجموعوں کا حوالہ دیا ہے اور اس کی کوئی کمزور سند بھی ذکر نہیں کی۔چہ جائیکہ صحیح سند بیان کرتے حالانکہ انکی روایت میں کمزوری اور بداہت معلوم ہے۔انہوں نے اپنی کتاب "تنویر الحلک فی

روئیۃ النبی والملک" میں کہا ہے کہ بعض مجموعوں میں ہے۔

پھر یہ قصہ اور دو شعر بالاختصار بیان کیے ہیں۔ اگر یہ قصہ درست اور صحیح ہوتا تو اسکو عام نقل کیا جاتا۔ کیونکہ یہ ایک عظیم واقعہ اور عجیب خرق عادت کرامت تھی۔ جس کو نقل کرنے کے متعدد اسباب موجود تھے۔ پھر بھی ثقہ لوگوں نے اسکو ذکر نہ کیا بلکہ جھوٹے، گمراہ اور دجال قسم کے لوگوں نے اس قصہ کو اچھالا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قصہ نرا بہتان، جھوٹ اور شیطانی جال ہے۔

وجہ ثالث:

جن دجالوں نے یہ جھوٹا قصہ روایت کیا ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ اس وقت وہاں ایک لاکھ سے زیادہ لوگ موجود تھے۔ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کو دیکھا اور سلام کا جواب سنا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہاں اتنی تعداد موجود ہو۔ مسجد نبوی کا کونسا حصہ ہے جہاں اتنی بڑی تعداد یا اس سے زیادہ لوگ سما سکیں، پھر قبروں کو چاروں اطراف سے دیوار نے گھیرا ہوا ہے، دست مبارک کس کھڑکی سے نکلا؟ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ جب کسی عجیب وغریب چیز کو دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہوں تو اس ہجوم میں صرف قریب کے لوگ ہی اس کو دیکھ سکتے اور سن سکتے ہیں۔ اتنی کثیر تعداد کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ نکلا ہوا دست مبارک بھی دیکھیں اور سلام کا جواب بھی سنیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے، جو کم عقل اور بے وقوفوں میں ہی چل سکتا ہے۔ اس کے باوجود اس قصے کو ایک قوم نے مان لیا، جن سے اللہ تعالیٰ نے حیاء کو سلب کر لیا ہے۔

وجہ رابع:

بہت سے اہل علم وادب نے مذکورہ اشعار کو شیخ رفاعی کی بجائے ابن فارض کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ صلاح الدین صفدی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے۔ "حکایت یہ ہے کہ ابن فارض جب جناب شہاب الدین سہروردی کے پاس مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے تو مذکورہ بالا دونوں شعر پڑھے اور اسی طرح شہاب خفاجی شافعی نے اپنی کتاب "طراز المجالس" میں ان اشعار کو ابن فارض کا کلام قرار دیا ہے۔ اسی طرح یہ اشعار کسی اور کی طرف بھی منسوب ہیں، میں ملاحظہ فرمائیں۔ بہر حال یہ قصہ جھوٹ کا پلندہ، کذب وافترا کا ملغوبہ اور جھوٹی عقیدت کا شاخسانہ اور شیطان کا جال ہے۔

نوٹ: مزید تفصیل کتاب انوار رحمانی ج ۱، ص ۳۴۴ تا ۳۴۹ پر ملاحظہ فرمائیں

جواب نمبر 2:

شیخ محمود آلوسی اپنی کتاب روح المعانی میں سیوطی اور دوسرے لوگوں سے دعویٰ نقل کرنے کے بعد اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اس ساری بحث کے بعد میں کہتا ہوں کہ بعض کاملین اور صاحب حال بزرگوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد زیارت کی اور آپ سے سوال و جواب کی وجوہات منسوب کی ہے۔ صدر اول عہد صحابہؓ میں ایسا کوئی واقعہ ہمارے علم میں نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان آپ کی وفات سے لیکر جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی دینی اور دنیوی مسائل میں اختلاف واقع ہوا تھا۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ موجود تھے۔ جن سلسلوں کی طرف نبی کریم ﷺ کی (حالت بیداری میں) زیارت منسوب کی ہے ان میں سے اکثر کے سلسلے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ تک پہنچتے ہیں ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ انہوں نے حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ سے مسائل سیکھے ہیں۔ نہ ہی ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ ان اصحاب کرامؓ میں جب کسی کو کسی امر میں شک اور حیرانی ہوئی تو آپ ﷺ نے آکر ان کی راہنمائی فرمائی ہو یا ان کی حیرانی دور کی ہو۔

حضرت عمر فاروقؓ سے یہ صحیح روایت ہے کہ انہوں نے بعض کاموں کے وقت فرمایا "کاش میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ہوتا" ہمارے نزدیک یہ بالکل ثابت نہیں کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد پوشیدہ طور پر آپ سے سوال کیا ہو، جس طرح کے بعض صاحب حال لوگوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ انکے درمیان بھائیوں کے ساتھ دادے کی وراثت کے مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوا تو کیا آپ نے ان میں سے کسی کے سامنے ظاہر ہو کر اس کو حق بات کی نشاندہی کی تھی؟ یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بصرہ تشریف لے گئی تھیں اور وہاں واقعہ جمل پیش آیا تھا کیا تم نے سنا کہ نبی کریم ﷺ ان کے جانے سے پہلے ان کے پاس آئے اور اس سے روکا؟ تا کہ وہ واقعہ پیش نہ آتا اور ان پر اعتراض نہ آتا؟ اس طرح کے اور بہت سے معاملات ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی روایت ایسی نہیں ہے کہ آپ کسی صحابی یا اہل بیت میں سے کسی کے پاس تشریف لائے ہوں۔ حالانکہ ان کی اس وقت شدید حاجت تھی۔ آپ کا مسجد قباء کے دروازے کے سامنے ظاہر ہونا جیسا کہ بعض شیعہ بیان کرتے ہیں کہ محض دروغ گوئی اور سفید جھوٹ ہے۔ مختصراً یہ کہ جب آپ ﷺ اپنے جانثار صحابہ کرامؓ کے لیے ظاہر نہیں ہوئے تو بتایئے کہ بعد والوں کے لیے کونسی خصوصی وجہ تھی کہ ان کے لیے آپ ﷺ نے ظہور فرمایا؟ وجہ ایسی ہونی چاہیے جس سے اہل فہم اور اصحاب بصیرت مطمئن ہو سکیں اور ظاہر ہے کہ ایسی کوئی وجہ نہیں۔

خلاصہ: یہ عقیدہ اور دعویٰ کسی شرعی دلیل اور عقلی برہان پر مبنی نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

تفسیر سورۃ آل عمران

(قسط نمبر 54) حافظ عبدالوہاب روپڑی (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ)

لَيْسُوا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

''اہل کتاب سب برابر نہیں ہیں، ان میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں (اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی) آیات تلاوت کرتے ہیں اور (اللہ کے سامنے) سجدہ ریز ہوتے ہیں۔(۱۱۳) یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں یہی لوگ (حقیقت میں) صالحین (نیک لوگوں) میں سے ہیں۔(۱۱۴) اور یہ جو بھی نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی (ان کا ایمان وتقویٰ) اللہ (پر مخفی نہیں ہے اس لیے کہ وہ) پرہیز گاروں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔(۱۱۵)

مشکل الفاظ کے معانی:

سَوَآءً: برابر۔ اٰنَآءَ: اوقات۔

وَيُسَارِعُوْنَ: اور وہ جلدی کرتے ہیں۔

فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ: تو ہرگز اس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔

ماقبل سے مناسبت:

سابقہ آیات میں اہل کتاب کے کفر قتل انبیاءؑ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، حدود اللہ سے تجاوز اور ان کی اکثریت کے فاسق وفاجر ہونے کا تذکرہ تھا۔ اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کے سلیم العقل اچھے اور نیکوکار لوگوں کو اس ذلت ورسوائی سے مستثنیٰ قرار دیا کہ جس میں اہل کتاب کی اکثریت مبتلا ہوئی کیونکہ اہل کتاب میں سے عبداللہ بن سلامؓ جیسے لوگ راہ ہدایت پر آئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی بسر کی

شان نزول:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت یہود کے علماء کے متعلق نازل ہوئی کہ جو ایمان لے آئے، مثلاً عبداللہ بن سلامؓ، اسد بن عبید، ثعلبہ بن سعیہ اور اسید بن سعیہ رضی اللہ عنھم وغیرہ۔

[تفسیر الطبری، ج ۵، ص ۶۹۱]

التوضیح:

لَيْسُوا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝

قرآن مجید نے اہل کتاب کے احوال بیان کرتے ہوئے اس بات کی بھی وضاحت فرمائی کہ یہ سب برابر نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جنہوں نے صراط مستقیم کو تلاش کرنے کی سعی کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا اور وہ صراط مستقیم (دین اسلام) کو قبول کرتے ہوئے مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو کر ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنے لگے جو اہل کتاب کی تھیں اور وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے وصف کو اپناتے ہوئے ان نفوس قدسیہ کے ساتھ شمار ہونے لگے کہ جن کی تعریف کتاب اللہ میں کی گئی ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمام اہل کتاب ایک جیسے نہیں بلکہ ان میں سے ایک ایسی جماعت ہے جو رات کو اللہ کی آیتوں کی حالت قیام میں تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وبکا کرتے ہوئے اپنی خطاؤں کی معافی طلب کرتے ہیں یہی مسلمان کا بنیادی وصف ہے کہ جس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام ومرتبہ حاصل کر لیتا ہے

رات کے وقت تلاوت قرآن کی فضیلت:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی پر رحمت کتاب ہے۔ اسکی قدر کرنا بہت

برائے عمل اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ لیکن رات کی تنہائیوں میں اس کی تلاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اس کی تلاوت سننے کے لیے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت اسید بن حضیرؓ سے مروی ہے کہ وہ رات کو سورۃ البقرہ کی تلاوت کر رہے تھے کہ ان کے پاس بندھا ہوا گھوڑا بدکنے لگا۔ وہ خاموش ہوئے تو گھوڑے نے بھی بدکنا بند کر دیا۔ انہوں نے پھر تلاوت شروع کی، گھوڑا پھر بدکنے لگا، انہوں نے تلاوت بند کی تو گھوڑے نے بھی بدکنا بند کر دیا۔ انہوں نے پھر سے تلاوت شروع کی، گھوڑا پھر سے بدکنے لگا ان کے بیٹے یحییٰ کیونکہ گھوڑے کے قریب ہی تھے، اس ڈر سے کہ کہیں انہیں تکلیف نہ پہنچ جائے انہوں نے تلاوت بند کر دی اور اپنے بیٹے کو وہاں سے ہٹا دیا اور پھر آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ حَتّٰی مَا یَرٰھَا۔ ''انہیں کچھ نظر نہ آیا''

صبح کے وقت انہوں نے یہ سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضیرؓ تم پڑھتے رہتے (تلاوت بند نہ کرتے) انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ گھوڑا کہیں میرے بیٹے یحییٰ کو کچل نہ ڈالے اور وہ اس کے بہت قریب تھا پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک چھتری نظر آئی، جس میں روشن چراغ تھے، پھر جب میں دوبارہ واپس آیا تو کچھ نظر نہ آیا۔ آپ نے پوچھا حضیرؓ تجھے معلوم ہے کہ وہ کیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تِلْکَ الْمَلَائِکَۃُ دَنَتْ لِصَوْتِکَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ یَنْظُرُ النَّاسُ إِلَیْھَا لَا تَتَوَارٰی مِنْھُمْ یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز سننے کے لیے قریب ہوئے اگر تم رات بھر پڑھتے رہتے تو صبح تک اور لوگ بھی انہیں دیکھتے کہ وہ لوگوں سے چھپتے نہیں۔

[صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب نزول السکینۃ والملائکۃ عند قراءۃ القرآن ج ٤، ص ١٩١٦، رقم الحدیث ٤٧٣٠]

قرآنی بشارت اور بعض اہل کتاب:

اہل کتاب میں سے اسلام قبول کرنے والوں کو خوشخبری دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اور بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس (کتاب) پر جو تم پر نازل کی گئی اور اس پر بھی جو ان پر نازل کی گئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی و انکساری کرتے ہیں اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت میں بیچتے ہیں وہی ہیں کہ جن کا اجر انکے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔'' [آل عمران:١٩٩]

بعض اہل کتاب کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی خواہشات اور عزیز و اقارب کی پروا نہ کرتے ہوئے کفر کو خیر باد کہہ کر اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر پختہ ایمان لے آتے ہیں پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کما حقہ سرانجام دیتے ہوئے تمام اچھے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہوئے رحمت باری تعالیٰ کے ساتھ صالحین کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔

وعدہ الٰہی:

ایسی صفات کے حامل لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے جو ہر صورت میں پورا کرے گا جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کسی بھی نیکی کی ناقدری نہیں کریں گے بلکہ اس کو اپنی رحمت سے شرف قبولیت عطا فرما کر اس پر اجر عظیم دیں گے۔ اسی لیے مومنوں کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو یاد رکھیں، اس کی نافرمانی سے حتی المقدور دور رہنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بن جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے کسی معمولی عمل کو بھی ضائع نہیں کرتے۔

آیات مبارکہ سے اخذ شدہ مسائل:

١۔ اہل کتاب میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا۔

٢۔ اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو راتوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور حالت قیام میں قرآن کی آیات تلاوت کرتے ہیں۔

٣۔ ان کی راتیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور دن نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہوئے گزر جاتا ہے۔

٤۔ جو انسان حالت ایمان میں اعمال صالحہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع نہیں کرتے۔

٥۔ حالت ایمان میں اعمال صالحہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا

ضرورت اساتذہ

ابوہریرہ شریعہ کالج اقبال ٹاؤن لاہور کے لیے دو مستند محنتی استاد جو مسلم اور سنن ترمذی وغیرہ پڑھا سکتے ہوں اور ایک ماہر، قاری جو تجوید پڑھا اور عمدہ مشق کروا سکتا ہو، کی ضرورت ہے۔ مشاہرہ معقول ہوگا۔

ابوہریرہ شریعہ کالج 7 کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور 0333-4095308

عباد ثلاثہ

سید عبداللہ غزنویؒ، حافظ عبداللہ غازی پوریؒ، حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ

ملک عبدالرشید عراقی

عباد ثلاثہ

مولانا سید عبداللہ غزنوی، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ اجمعین اپنے دور کے نامور عالم دین، متقی، پرہیزگار، محقق و مورخ اور جماعت اہلحدیث کے سرمایہ صد افتخار تھے۔ ذیل میں ان کے مختصر حالات زندگی اور ان کی دینی و علمی خدمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سید عبداللہ غزنوی:

حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ للّٰہیت، زہد و ورع اور علم دین میں یکتائے روزگار تھے۔ مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ) آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

الشیخ الام العالم المحدث عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی الشیخ محمد اعظم الزاهد المجاهد الساعی فی مرضاۃ اللہ الوثر لرضوانه علی نفسه واهله وماله و اوطانه صاحب المقامات الشهرة والمعارف العلمية الكبيرة۔

حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے، امام تھے، عالم تھے، زاہد تھے، مجاہد تھے، رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے، اللہ کی رضا کے لیے اپنی جان، اپنا گھر بار، اپنا مال، اپنا وطن سب کچھ لٹا دینے والے تھے، علمائے سُو کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔

[نزہۃ الخواطر ۷/۳۰۲]

آپ ۱۲۳۰ھ بمطابق ۱۸۱۱ء قلعہ بہادر خیل من مضافات غزنی پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام محمد اعظم رکھا لیکن آپ نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا۔ ہوش سنبھالا تو علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے غزنی کے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ جب غزنی میں اپنی تعلیم مکمل کر چکے تو مزید تعلیم کے حصول کے لیے آپ علامہ حبیب اللہ قندہاری (م ۱۲۶۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

علامہ قندہاری مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) سے مستفیض تھے

علامہ حبیب اللہ قندہاری حضرت سید عبداللہ غزنوی کی بہت زیادہ قدر کرتے تھے اور ان کے ذوق تعلیم اور مسائل دینیہ کی تحقیق و تدقیق کے بہت زیادہ معترف تھے۔ علامہ قندہاری علماء کی بھری مجلس میں فرمایا کرتے تھے کہ:

مسائل دینیہ راچنانکہ ایں شخص می فہمد من خود نمی فہم

”دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے، میں خود نہیں سمجھتا۔“

[سیدی وابی داود غزنوی، ص ۲۳۱]

علامہ قندہاری سے استفادہ کے بعد حضرت سید عبداللہ غزنوی شیخ الکل مولانا محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث کی تحصیل کی۔ دہلی میں آپ کے ہم درس مولانا غلام رسول قلعوی (م ۱۲۹۱ھ) اور مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی (م ۱۳۱۱ھ) تھے، دہلی میں آپ جس دور میں حدیث کی تحصیل کے لیے تشریف لے گئے تھے وہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا زمانہ تھا۔

دہلی میں فراغت تعلیم کے بعد حضرت سید عبداللہ غزنوی اپنے وطن غزنی واپس آئے تو آپ نے لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کی دعوت دی اور شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی۔ تو لوگوں کی کثیر تعداد نے آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ مخالفت میں علمائے سُو کا ایک گروہ بھی شامل تھا۔ علمائے سُو نے ایک طرف ارکان حکومت کو بھی آگاہ کیا کہ یہ شخص آئے روز نئے نئے مسائل لوگوں کو بتلاتا ہے، ان سے اس کو روکا جائے۔ دوسری طرف عوام میں حضرت صاحب کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ چنانچہ امیر کابل دوست محمد خاں نے آپ کو بلایا اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ:

”جس طرح دوسرے علماء کہتے ہیں اسی طرح آپ ان سے تعاون کریں اور ملک کی فضا کو مکدر نہ کریں۔“

آپ نے امیر دوست محمد خان سے فرمایا کہ: ”میں اپنی طرف سے کچھ بیان نہیں کرتا بلکہ میں تو قرآن و حدیث کی روشنی میں مسائل بیان کرتا ہوں۔ میں حق بیان کرنے سے باز نہیں آسکتا، خواہ اس راستہ میں میری جان بھی چلی جائے۔“

چنانچہ امیر دوست محمد خاں نے آپ کو جلاوطن کردیا۔جب امیر دوست محمد خاں نے انتقال کیا تو حضرت سید عبداللہ غزنوی دوبارہ اپنے وطن غزنی تشریف لے گئے،اس وقت امیر شیر علی خاں ملک افغانستان کا فرمانروا تھا۔علمائے سُو نے اس کو بھی اسکے خلاف بھڑکایا،اس نے بھی علمائے سُو کے کہنے پر آپ کو دوبارہ جلاوطن ہونے کا حکم صادر کردیا۔لیکن آپ جلاوطن نہ ہوئے اور ایک غار میں چھپ گئے،اسی دوران آپ کو الہام ہوا۔فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین.

"پس جن لوگوں نے ظلم ڈھایا تھا،ان کی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور حمد وستائش اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

اسی زمانہ میں امیر شیر علی خاں کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور امیر محمد افضل خاں سربراہ سلطنت ہوا۔میر محمد افضل خاں کو بھی علمائے سُو نے آپکے خلاف اکسایا،چنانچہ اس نے آپکی گرفتاری کا حکم صادر کردیا،چنانچہ آپکو تلاش کرکے گرفتار کرلیا گیا۔ارکان حکومت نے آپ سے کہا کہ:

"آپ وہ کچھ کریں جو وقت کے مولوی کرتے ہیں،آپ ان کے ساتھ شریک ہوجائیں۔" آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے بارہا الہام ہوا ہے کہ:

"اے میرے بندے یہ میری کتاب ہے اور یہ میرے بندے ہیں،پس تو میری کتاب میرے بندوں کو پڑھ کر سنا۔"

لیکن میر محمد افضل خاں علمائے سُو کے کہنے پر آپ کو سزا دینے پر تیار ہوگیا۔آپ کو درے مارے گئے،داڑھی مونڈی گئی اور چہرے کو سیاہ کیا گیا اور گدھے پر سوار کرکے تشہیر کی گئی،آپ کو قید خانے میں ڈال دیا گیا، دو سال تک آپ قید خانے میں رہے۔اسی دوران میر محمد افضل خاں کا انتقال ہوگیا اور امیر اعظم خاں تخت نشین ہوا،اس نے آپ کو رہا کرکے جلاوطن کر دیا۔آپ پشاور تشریف لائے اور پشاور میں کچھ عرصہ قیام کرکے امرتسر (مشرقی پنجاب) کو اپنا مسکن بنایا اور کتاب وسنت کی تبلیغ میں سرگرم عمل ہوگئے۔حضرت سید عبداللہ غزنوی دین حق کی تبلیغ اور شرک وبدعت کی تردید میں جس قدر مصائب وآلام کا شکار ہوئے اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم ان کی ثابت قدمی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:
ان (مولانا سید محمد داود غزنوی) کے جدامجد مولانا محمد سید عبداللہ غزنوی نے حق وصداقت کی راہ میں جو مشقتیں اور مصیبتیں اٹھائیں،ان کا تصور بھی دل پر لرزہ طاری کردیتا ہے۔وہ تنہا ایک طرف اور پوری مملکت دوسری طرف تھی مگر مولانا سید عبداللہ مرحوم کے پائے ثبات واستقلال میں خفیف سی لرزش بھی رونما نہ ہوئی۔گھر بار چھوڑا،وطن سے نکل آئے،عزیزوں اور خویشوں سے مفارقت گوارا کرلی،لیکن جن باتوں کو وہ حق سمجھتے تھے ان سے تمسک برابر قائم رکھا۔[سید ابی داود غزنوی:ص ۱۳۱]

مولانا سید عبداللہ غزنوی کے ۱۲ صاحبزادے اور ۱۵ صاحبزادیاں تھیں۔تمام صاحبزادے محدث تھے،ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔
مولانا محمد،مولانا عبداللہ،مولانا احمد،مولانا عبدالجبار،مولانا عبدالواحد، مولانا عبدالرحمن، مولانا عبدالقدوس،مولانا عبدالعزیز،مولانا عبدالستار، مولانا عبدالقیوم،مولانا عبدالرحیم،مولانا عبدالحی،رحمہم اللہ اجمعین۔

مولانا سید عبداللہ غزنوی نے ربیع الاول ۱۲۹۸ھ/۱۸۷۹ء کو امرتسر میں رحلت فرمائی اور دروازہ سلطان ونڈ کے باہر تالاب عبدالصمد کاشمیری کے کنارے دفن کیے گئے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ

حافظ عبداللہ غازی پوریؒ:

حضرت شیخ الکل میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے تلامذہ جنہوں نے درس وتدریس میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔ان میں مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری سرفہرست تھے۔

حضرت میاں صاحب فرمایا کرتے تھے:"میرے درس میں دو عبداللہ آئے،ایک عبداللہ غزنوی اور دوسرا عبداللہ غازی پوری۔"

بقول مولوی ابو یحیٰی امام خاں نوشہرویؒ: جن کی ذات پر علم کو فخر اور عمل کو ناز تھا،تدریس جنؒ کے دم سے زندہ تھی۔

حضرت حافظ صاحب کا اصل وطن قصبہ مئو ضلع اعظم گڑھ تھا۔ ان کا سن ولادت ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء ہے۔والد محترم کا نام عبدالرحیم تھا۔تعلیم کا آغاز حفظ القرآن مجید سے ہوا۔۱۲ سال کی عمر میں اس سعادت سے سرفراز ہوئے،اس کے بعد مولوی محمد قاسم مئوی سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ابھی چند کتابیں پڑھیں تھی کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ آزادی رونما ہوگیا، جس کی زد میں قصبہ مئو بھی آگیا۔چنانچہ آپ کے والد محترم مئو سے ترک وطن کرکے غازی پور آگئے،جب ذرا سکون ہوا،تو آپ نے مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں داخلہ لے لیا،یہ مدرسہ مولانا رحمت اللہ لکھنوی نے قائم کیا۔اس مدرسہ میں آپ نے مولانا رحمت اللہ لکھنوی، مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی سے مختلف علوم میں استفادہ کیا۔اسکے بعد آپ مولانا محمد یوسف فرنگی کی خدمت میں جون پور حاضر ہوئے اور ان سے بھی علوم عالیہ میں مستفیض ہوئے۔جون پور سے فراغت کے بعد حضرت حافظ صاحب نے دہلی کا رخ کیا اور شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (۱۳۲۰ھ) سے تفسیر،حدیث اور فقہ میں تحصیل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں دہلی سے فراغت کے بعد حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے علاوہ امام محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) کے تلمیذ رشید علامہ شیخ عباس یمنی سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد درس و تدریس کا آغاز کیا اور مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور جہاں سے آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا، وہاں تدریس پر مامور ہوئے اور تقریباً سات سال تک آپ نے اس مدرسہ میں تدریس فرمائی۔ ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۸ء میں غازی پور سے مدرسہ احمدیہ آرہ (بہار) تشریف لے گئے۔ اس مدرسہ میں آپ نے تقریباً ۲۰، ۲۱ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد مدرسہ احمدیہ کو خیرباد کہہ دیا اور دہلی کو اپنا مسکن بنایا اور ۸ برس تک درس وافادہ کا بازار گرم رکھا۔

حافظ صاحب کی تدریسی عمر ۴۰ سال کے قریب ہے۔ اس مدت میں سینکڑوں طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔ علامہ سید سلمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) آپ کی تدریسی خدمات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی درسگاہ کے ایک نامور حافظ عبداللہ غازی پوری ہیں۔ جنہوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی اور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی صاحب کے درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔'' [تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۳۷]

حضرت حافظ صاحب کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا سید عبداللہ بنارسی (م ۱۳۴۲ھ) مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) مولانا عبدالسلام مبارکپوری (م ۱۳۴۲ھ) مولانا شاہ عین الحق پھلواروی (م ۱۳۴۳ھ) مولانا عبدالغفور حاجی پوری، مولانا عبدالرحمان وفا غازی پوری (م ۱۳۴۴ھ) مولانا عبدالمنان بقا غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) مولانا ابوبکر شیث جون پوری (م ۱۳۵۹ھ) مولانا سید محمد داؤد غزنوی (م ۱۳۸۳ھ) مولانا محمد اسمٰعیل سلفی (۱۳۸۷ھ)

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی ۱۴ کتابیں لکھیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ البحر المواج فی شرح مقدمہ صحیح مسلم بن حجاج (عربی) (۲) رکعات التراویح۔ (۳) کتاب الزکوٰۃ۔ (۴) ابراء اہل الحدیث والقرآن (۵) سیرۃ النبی ﷺ (۶ قانون مسجد) (۷) علم غیب کا فتویٰ

حضرت حافظ صاحب دہلی میں درس و تدریس میں مصروف تھے کہ لکھنو میں ان کے ایک قریبی عزیز خان بہادر ڈاکٹر عبدالرحیم غازی پوری جو حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے جس کی تعزیت کے لیے لکھنو تشریف لے گئے اور وہاں خانگی معاملات میں ایسے الجھے کہ ان کا دہلی واپس آنا مشکل ہو گیا اور لکھنو کو بھی اپنے فیضان سے محروم نہ رکھا۔ ندوۃ العلماء کے طلباء حاضر ہوتے اور آپ سے مستفیض ہوتے۔

آخر آپ ایک ہفتہ بیمار رہ کر ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ بمطابق ۲۶ نومبر 1918ھ کو لکھنو میں ہی انتقال کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

علامہ شیخ محمد بن حسین بن محسن انصاری نے نماز جنازہ پڑھائی اور عیش باغ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حافظ عبداللہ محدث روپڑی:

حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جو اپنے علم وفضل، ذوق تحقیق، قوت استحضار اور وسعت مطالعہ میں بے مثال تھے۔ حافظ صاحب مرحوم کو قرآن و حدیث کے علاوہ فقہ، اصول فقہ، فقہ الحدیث، صرف ونحو، ادب ومعانی، تاریخ وسیر، اسماء الرجال، عقائد وکلام، فلسفہ اور منطق، ریاضی واقلیدس اور انشاء وتحریر میں ید طولیٰ حاصل تھا اور فقہ الحدیث میں تو حافظ صاحب کو مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔ مسائل کی تحقیق و تدقیق اور فتاویٰ میں ان کو بہت زیادہ دسترس حاصل تھی۔ ان کے فتاویٰ بڑے طویل دلائل ہوتے تھے۔ فتاویٰ میں قرآن و حدیث کے علاوہ آثار صحابہ، اقوال تابعین وتبع تابعین اور ائمہ کرام تک پیش کرتے تھے۔ ذوق عبادت اور اتباع سنت میں سلف وصالحین کا نمونہ تھے۔ صوم داؤدی کے پابند تھے۔

حافظ صاحب کا مولد ومسکن ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) کا قصبہ کیمر پور تھا۔ لیکن بعد میں امرتسر میں مستقل رہائش رکھ لی۔ ان کا سن ولادت ۱۳۰۳ھ/۱۸۹۴ء ہے۔ تعلیم کا آغاز حفظ القرآن کریم سے ہوا۔ حفظ قرآن مجید میں آپ کے استاد مولوی عبداللہ تھے۔

علوم اسلامیہ کی تحصیل آپ نے جن اساتذہ کرام سے کی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ مولوی عبدالقادر لکھوی، مولوی معصوم علی ہزاروی، مولوی محی الدین حنفی، مولوی عبدالصمد، مولانا سید عبداللہ غزنوی، مولانا سید عبدالجبار غزنوی، مولانا محمد امین پشاوری، مولوی فضل الحق رام پوری، مولانا اسحٰق منطقی استاد پنجاب، شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، رحمہم اللہ اجمعین

حافظ صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

''میں نے تفسیر وحدیث اور فنون کی کتابیں امرتسر مدرسہ غزنویہ میں پڑھیں۔ فنون کی تکمیل باقی تھی، اس لیے میں عازم دہلی ہوا۔ میاں صاحب

یدنذیر حسین محدث دہلوی میرے دہلی پہنچنے سے ۸سال پہلے وفات پاچکے تھے۔میں ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۰ھ دہلی پہنچا۔ان کی وفات ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰ء کو ہوئی۔میں نے دہلی میں تین سال قیام کیا۔

۱۹۱۳ء کے آخر میں یکایک مولانا سید عبدالجبار غزنوی کی روفات پہنچی، چونکہ شروع سے ہی وہ میرے مربی تھے۔میں تقریباً ۱۰اسال ں عمر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔سات آٹھ سال ان کے پاس زارے، ظاہری وباطنی فیوض پائے، دینیات کی تکمیل کر کے سند لی۔ان ں جدائی کا صدمہ میرے لیے خصوصیت سے ناقابل برداشت تھا۔آخر کار ضاء بالرضا کا مسئلہ دل کی ڈھارس بنا اور طبیعت میں کچھ سکون پیدا ہوا۔اس لیے طبیعت نے فیصلہ کیا کہ جلد واپس ہونا چاہیے۔فنون کی کچھ کتابیں باقی یں، دہلی میں ان کی تکمیل نہ ہونے کی وجہ سے ریاست رام پور چلا گیا، اں مدرسہ عالیہ (نواب صاحب) میں ایک سال تعلیم پائی اور درس نظامی ں دوڈگریاں حاصل کیں۔۱۹۱۴ء میں فارغ التحصیل ہو کر امرتسر آیا، اس ے بعد ۱۹۱۵ء میں روپڑ میں مقیم ہوگیا۔

حافظ صاحب مرحوم مغفور نے روپڑ میں دارالحدیث کے نام سے یک دینی مدرسہ قائم کیا اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔اس مدرسہ میں ۱۹۳ء تک آپ نے تدریس فرمائی۔روپڑ کے قیام کے دوران آپ نے ۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ بمطابق ۵فروری ۱۹۳۲ء کو ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" جاری کیا۔جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج تک جاری ہے ور دین اسلام وکتاب وسنت کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے۔

پاکستان میں یہ اخبار سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کی سرپرستی میں جاری رہا۔آج کل حافظ عبدالغفار روپڑی اوران کے برادر صغر حافظ عبدالوہاب روپڑی کی سرپرستی میں کتاب وسنت کی اشاعت میں صروف عمل ہے۔حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے تلامذہ کی ہرست طویل ہے۔چند مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا حافظ محمد حسین روپڑی، مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی، مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا ثناء اللہ مدنی، مولانا محمد صدیق بن عبدالعزیز آف سرگودھا، مولانا حکیم محمد اشرف سندھو، مولانا حافظ عبدالرحمان مدنی، مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا عبدالسلام کیلانی۔

علم وفضل کے اعتبار سے حضرت العلام محدث روپڑی ایک جلیل القدر عالم دین، مفتی، نامور مدرس اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ان کے علم وفضل اور علوم اسلامیہ میں کامل الفن ہونے کا اعتراف مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) اور امام حدیث عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی (م ۱۳۵۳ھ) نے کیا ہے۔

حضرت العلام محدث روپڑیؒ نے مفتی اور نامور مدرس ہی نہیں تھے بلکہ اعلیٰ مصنف بھی تھے۔

<u>تصانیف:</u>

حضرت العلام بلند پایہ مصنف بھی تھے۔آپکی تصانیف عربی واردو میں ہیں آپ نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں۔جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) درایت تفسیری (۲) تفسیر القرآن الکریم (۳) حواشی مشکوٰۃ المصابیح (عربی)۔(۴) ترجمہ وتشریح حدیث جبریل (۵) ارسال الیدین بعد الرکوع (۶) القاد والشمعہ فی ظہر الجمعہ (۷) لاؤڈ سپیکر اور نماز (۸) ارشاد الوریٰ فی جمعہ القریٰ (۹) حج مسنون (۱۰) ریڈیو اور رویت ہلال (۱۱) شرعی نظام (۱۲) بکرا دیوی (۱۳) اسلامی داڑھی (۱۴) بیمہ کی زندگی (۱۵) انسانی زندگی کا مقصد (۱۶) مودودیت اور احادیث نبویہ (۱۷) کلمہ توحید (۱۸) عرس اور گیارویں (۱۹) وسیلہ بزرگان (۲۰) نور محمدی کی پیدائش۔(۲۱) حکومت اور علمائے ربانی (۲۲) المرشد والامام (۲۳) اہلحدیث کے امتیازی مسائل (۲۴) تکبیرات عیدین (۲۵) تعلیم الصلوٰۃ (۲۶) رسالہ نیت نماز (۲۷) وتروں کی تعداد اور کیفیت (۲۸) تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابیح (۲۹) الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب (عربی)۔(۳۰) احسن الکلام (۳۱) نکاح شغار (۳۲) لڑکی شادی کیوں کرتی ہے۔ (۳۳) زیارت قبر نبوی (۳۴) نکاح اور توافیت (۳۵) رسالہ طلاق ثلاثہ (۳۶) وراثت اسلامی (۳۷) بدعات مروجہ کی تردید (۳۸) توحید الرحمان بجواب استمداد عباد الرحمان (۳۹) تقلید علمائے دیوبند (۴۰) اہل سنت کے امتیازی مسائل (۴۱) شرکیہ دم جھاڑ کی بحث (۴۲) امامت شرک (۴۳) رسالہ امارت (۴۴) نبی معصوم (۴۵) مرزائیت اور اسلام (۴۶) اہلحدیث کی تعریف (۴۷) اہل سنت کی تعریف (۴۸) طہوار ابراہیمی (۴۹) آمین رفع الیدین (۵۰) سماع موتی (۵۱) کیلنڈر اور اسلام (۵۲) رفع الابہام فی جواب دلیل التام (۵۳) دعا بحرمت انبیاء (۵۴) پردہ نساء (۵۵) فتاویٰ اہلحدیث۔

حضرت العلام محدث روپڑی صاحب نے ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء بمطابق ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۴ء کو انتقال کیا۔حضرت امام المحدثین مولانا حافظ محمد گوندلویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور گارڈن ٹاؤن لاہور میں مدفون ہوئے۔اللھم اغفرلہ وارحمہ

☆..........☆..........☆

ترویج حدیث کے منفرد داعی

پروفیسر عبدالعظیم جانباز...... (سیالکوٹ)

یہ جہان فانی ہے، مختصر سا جملہ ہے لیکن اس کے معنی برحق ہونے کی شان یہ ہے کہ تمام دنیا اس کی قائل ہے اور دنیا کے اس پر ایمان نہ رکھنے کی کوئی بھی وجہ نہیں کہ جس نے یہ دنیا بنائی اس کا اعلان ہے۔

کل شیء ھالک الا وجهه له الحکم والیه ترجعون. ”ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، سوائے اس کی ذات کے، فرمانروائی اسی کی ہے اور اسکی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔“ [القصص: ۸۸] ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے کہ: کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذو الجلال والاکرام. ”ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہونیوالی ہے اور تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔ [الرحمن]

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ نے اسی فنا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: بعثت انا والساعته کهاتین

”میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں“

جس طرح شہادت کی انگلی میں تھوڑا سا فرق ہے اسی طرح میرے بعد جلد ہی قیامت آنے والی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے قرب قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ان من اشراط الساعته ان یرفع العلم ”قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا۔ [صحیح بخاری] ارشاد نبوی ﷺ ہے: ان اللہ لا یقبض العلم من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العماء. [صحیح بخاری]

”اللہ تعالیٰ علم اس طرح نہیں قبض کرے گا (اٹھائے گا) کہ اسے بندوں سے چھین لے بلکہ وہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو اٹھا لے گا۔“

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کی زندگی علم سے ہے اور علم کا اٹھ جانا اس کائنات کے لیے پیغام اجل ہے۔ شاید اسی لیے کسی نے کہا اور بالکل صحیح کہا:

موت العالِم موت العالَم ”عالم کی موت عالم (جہاں) کی موت ہے“

والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانبازؒ (13 دسمبر 2008) بروز ہفتہ طویل، پرمشقت اور شبانہ روز دینی علمی جدوجہد سے معمور زندگی گزار کر، اب ہمیشہ کے لیے دنیا کی جھمیلوں سے قرار پا چکے ہیں۔ وہ خالص توحید کا دستہ دامن میں لیے اپنے خالق حقیقی کے ہاں پہنچ گئے ہیں۔ علم کا ایک چراغ تھا جو بجھ گیا، قرآن و حدیث بیان کرنے والی، قلب و روح کو منور کرنے والی صدا خاموش ہو گئی۔ لیکن پیغام حق زندہ تابندہ ہے۔ آپ معارف و علوم کا بہت بڑا خزانہ تھے، جس سے لاکھوں انسانوں نے استفادہ کیا۔ اب وہ ہمیں چھوڑ کر وہاں چلے گئے ہیں جہاں بالآخر ہم سب کو جانا ہے۔ ان کی وفات ایک علم کے چراغ کی موت ہے، بلاشبہ علم و آگہی کا چراغ تاباں چاردانگ عالم میں ہزاروں چراغ روشن کرنے کے بعد گل ہو گیا۔ علم کا ایک پہاڑ زمین بوس ہو گیا۔ ایک ایسی ہستی جس پر علم کو ناز تھا، اس جہان فانی سے کوچ کر گئی۔ ؎ آسمان تیری لحد پہ شبنم آفشانی کرے۔ (آمین)

بقول سابق ایم پی اے ارشد محمود بگو، مولانا جانبازؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: کہ مولانا نے نہ صرف اپنی پوری فکر بلکہ اپنا پورا وجود بھی دین کے لیے وقف کیا ہوا تھا اور بلاشبہ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر خدا یاد آتا ہے۔ ان سے ملاقات قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ مولانا جانباز ایک بالغ نظر، محقق، مفکر، دانشور، مصلح اور بہترین صاحب قلم تھے، وہ مسلک اہلحدیث کے مایہ ناز عالم دین تھے، ان کی علمی استعداد بہت مستحکم تھی۔ خاندانی اور دینی مدارس کی تعلیم و تربیت کا ہی ثمرہ تھا کہ آپ دینی تصلب، علمی رسوخ کے ساتھ تواضع اور عجز و انکساری کے پیکر تھے۔

آپ بہترین متکلم، صاحب بصیرت فقیہ اور نکتہ رس ادیب تھے۔ انکا بیان سننے والا ان کی فہم قرآن و سنت کی قابلیت اور شرعی و فقہی موضوعات پر ان کے عبور سے دنگ رہ جاتا تھا۔ مولائے کریم نے مرحوم کو سلیس، مرتب، مدلل اور مربوط بیان کی صلاحیت سے نواز رکھا تھا۔ سننے والا پر مغز معلومات اور عقل و منطق کے دلائل سبب مرصع ان کے بیان میں کھو جاتا تھا۔ ان کی شخصیت بالعموم ملک و ملت اور بالخصوص مسلک اہلحدیث کا قیمتی اثاثہ تھی۔

غیر مسلک کے لوگ بھی آپ کے علم و فضل اور بصیرت سے بہت متاثر تھے اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی میں حکمت کے ساتھ ساتھ دعوت دین کا کام بھی جاری رکھا۔ ان کی متعدد قیمتی تصانیف شائع ہو کر منصۂ شہود پر آ چکی ہیں، جو ان شاء اللہ علم دوست اور طالبان حق کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ ان کا انداز گفتگو شیریں، شگفتہ اور ظرافت سے معمور تھا۔ خاکساری، تواضع اور شفقت کے اوصاف حمیدہ سے معمور ان کی شخصیت بڑی پرکشش تھی، ان کے بود و باش اور وضع و قطع انتہائی درویشانہ تھا۔ مولانا جانبازؒ نے رائج سیاست میں حصہ نہ لیا۔ ہمیشہ سیاست کو جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا کھیل سمجھتے تھے اور اسلامی انقلاب میں بڑی رکاوٹ۔ اس لیے ہمیشہ سیاست سے کنارہ کش رہے۔ ایک دفعہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ آخر پاکستان کا مسئلہ کیا ہے؟ کرپشن، بدعنوانی، اقربا پروری،

نوکر شاہی، اشرافیہ کی اجارہ داری، مارشل لاء...... مگر ان کا یک ہی جواب تھا ”کہ ان سب وجوہات کی اصل وجہ قرآن وسنت سے دوری ہے“ اور یہاں تک فرماتے تھے کہ اپنی بداعمالیوں اور خدا سے کیے گئے عہد سے بے اعتنائی برتنے کی وجہ سے مغضوب علیھم کا مصداق، آج کل یہودیوں کی بجائے ایمان کا دعویٰ کرنے والے مسلمان ہیں۔ وہ اسلام کے محض مذہب ہونے کے نہیں بلکہ دین ہونے کے زبردست حامی تھے۔

مولانا خود بیان فرماتے ہیں کہ: ”مذہب ایک جزوی حقیقت ہے، یہ صرف چند عقائد اور کچھ مراسم عبودیت کے مجموعے کا نام ہے۔ جبکہ دین سے مراد ایک مکمل نظام زندگی ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو گویا مذہب کے مقابلے میں دین ایک بڑی اور جامع حقیقت ہے۔ اس میں عقائد کا عنصر بھی ہے، ایمانیات ہیں، پھر اس کے مراسم عبودیت ہیں، نماز، روزہ ہے، حج اور زکوٰۃ ہے لیکن ساتھ ہی اسکا اپنا معاشرتی نظام، معاشی نظام اور سیاسی نظام بھی چنانچہ یوں کہا جائے کہ اسلام صرف مذہب نہیں دین ہے

والد محترمؒ نے مزید فرمایا کہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے دین کے ہم سے تین بنیادی تقاضے ہیں۔ سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ اپنی انفرادی زندگی میں شریعت اسلامی کی پوری پابندی کریں اور بندگی رب کا حق ادا کریں۔ اس کے بعد بحیثیت امت مسلمہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ دین کی دعوت وتبلیغ میں اپنا وقت، صلاحیت اور قوت صرف کریں، پھر اس کے بعد دین حنیف کو ایک نظام کی حیثیت سے بالفعل قائم کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں تا کہ دنیا کے سامنے اس کی ایک مثال آئے کہ اسلام کیا تعلیمات دیتا ہے، جو آج کہیں نہیں ہے، تو اصل میں جب تک ہم اپنا مقصد اس کو نہیں بنائیں گے کہ ہم نے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنی ہے، دین کے بنیادی تقاضے پورے نہیں ہوں گے، یہ کام انقلابی جدوجہد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ ء خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ ء توحید سے

جناب ملک عبدالرشید عراقی صاحب مولانا جانبازؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ”وہ اس عہد ستم گار میں نہ صرف قرون اولیٰ کی ایک نایاب خوشبو کی مانند تھے۔ بلکہ اس کہکشاں کا سب سے بڑا روشن ستارہ بھی تھے۔ اپنے عہد کے درویش، اجلے ذہن، اجلی سوچ، انتہائی سادہ مگر اجلے لباس، اجلی گفتگو، اجلے دامن اور اجلے کردار کے حامل، شرافت اور نجابت کی ایک تصویر، صاف دل گو، راست فکر، راست کلام، نہ کوئی اونچ نیچ، نہ کوئی سیاسی کرتب، نہ منافقانہ مصلحت کشی، نہ فریب، نہ دہرا پن، کھری بات کہنے والے کھرے انسان مرد مطلوب، پاک دل وپاکباز۔“

جماعتی اور مسلکی عصبتوں سے بے نیاز ہو کر آپؒ نے دین کی بنیادی تعلیمات کے حوالے سے لوگوں میں دینی بیداری پیدا کی۔ ان کی ایک ہی لگن اور جستجو تھی کہ مسلمان رب کی عبادت کرنے والا ہو جائے۔ دین اسلام کا داعی اور مبلغ بن جائے اور اقامت دین کا فریضہ سرانجام دے۔ وہ اپنے تمام محاسن وکمالات کے ساتھ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکے ہیں۔ قضاء قدر کا فیصلہ اٹل ہے، جس کے سامنے ہر صاحب ایمان سر تسلیم خم کرتا ہے۔ انکی وفات کا سانحہ کسی مخصوص خاندان کا صدمہ نہیں ہے بلکہ ہر صاحب فکر ونظر کا صدمہ ہے۔ جس پر وہ تعزیت کا مستحق ہے۔ ایسے علماء کرام کسی بھی معاشرے کا عظیم اثاثہ ہوا کرتے ہیں۔ ہر موت اپنے لواحقین کے لیے یہ پیغام چھوڑ جاتی ہے کہ جلد یا بدیر آپ نے بھی مجھے وہاں آ کر ملنا ہے۔ جہاں ہم سب بے بس، اپنے مولا نا کی مغفرت کے منتظر ہونگے۔ مولانا موصوف نے دنیا سے دار البقا کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ اس عارضی زندگی کی بہاروں اور گلوں کی خوشبو سے منہ موڑ کر دائمی بہار سدا خوشبوؤں اور مہکتے گلستانوں میں براجمان ہو گئے ہیں۔ اپنے ہر تعلق رکھنے والوں کو چھوڑ کر اپنے مولا کے ساتھ مضبوط تعلق ورشتہ جوڑ چکے ہیں، پھر موت تو کوئی نئی چیز نہیں، موت تو ہر ایک کو آنی ہے، موت کے قانون سے تو کوئی مستثنیٰ نہیں۔ جو بھی آیا ہے اسے اپنا وقت پورا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے، موت زندگی کی سب سے بڑی محافظ ہے، ہم سب کی امانت ہیں۔

آئی ہے اجل دور سے اک سانس کو لینے
پل بھر کو تو ہو جائے نگاہوں میں اجالا

مولانا جانبازؒ ایک شجر سایہ دار تھے۔ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لیکن آپکا مشن جاری ہے۔ اشاعت قرآن وحدیث اور اقامت دین کے لیے آپؒ نے جو ادارہ (جامعہ رحمانیہ ابراہیمیہ) قائم کیا ہے، ان شاء اللہ آپ کے مشن کو آگے بڑھاتے رہیں گے۔ آپ کے شاگرد اور رفقاء دین کی جدوجہد آپ کے لیے صدقہ جاریہ اور خود رفقاء کے لیے نجات کا ذریعہ بنیں گے۔ ان شاء اللہ دنیائے علم میں آپ کی وفات ایک حادثہ ہے ایک مجلس کمال تھی جو برخاست ہو گئی، ایک شیرازہ حیات تھا جو بکھر گیا، ایک خوبصورت راستہ تھا جو موت کے فاصلوں میں کھو گیا۔ ہماری طرف سے سفر آخرت مبارک ہو۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور امید ہے کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ ہو گا جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

یاایتھا النفس المطمئنہ ٥ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ٥ فادخلی فی عبادی ٥ وادخلی جنتی٥ [الفجر] ☆☆☆

صنعتی عہد کے ثمراتِ تلخ

پروفیسر رعیت علی...... بقاپوری

انسان دو مقاصد کی خاطر زندہ ہے۔ایک روحانی مقصد ہے، دوسرا معاشی۔ روحانی مقصد کی تکمیل کے لیے اسے الہامی قیادت کی تعلیمات عطا کی گئیں۔جبکہ معاشی مقاصد کی تکمیل کے لیے اسے مادے اور توانائی کا علم دیا گیا۔جب پہلا انسان دھرتی کے سینے پر اترا،تو اس نے آس پاس کائنات کی وسعتیں دیکھیں،حیرت کے احساس نے اسے اپنی گرفت میں لیا۔زندگی کے روحانی اور مادی تقاضے اس کے شعور کی گہرائیوں میں موجزن تھے،لہٰذا اس نے روحانی مقاصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے سر عبودیت جھکا دیا اور مادی مقاصد کے حصول کے لیے اس نے فن اور ہنر سیکھا۔کائنات کے اسرار و رموز دریافت کیے،کائنات کے مادی اور میکانکی قوانین معلوم کر کے اس نے کائنات کی قوتوں سے کام لینا شروع کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے اسے الہامی تعلیمات کے ذریعے آگاہ کر دیا تھا کہ ساری کائنات انسان کی خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

ستاروں کی تابانی،چاند کی چاندنی،سورج کی تمازت،پھول کی مہک،پرندوں کی پرواز،ہواؤں کا خرام،سمندر کی وسعتیں،شبنم کی تراوش،بلبل کا نغمہ،کھیتوں کی ہریالی،درختوں کے گھنے سائے،جانوروں کے پرے موسموں کی نیرنگیاں،برسات کی بہاریں،جنگل کے مناظر،پہاڑوں کے ذخائر،آبشار کا ترنم،جھرنوں کی موسیقی،دریاؤں کا آب رواں،کائناتی ذرات اور توانائی کی لہروں میں موجود طاقت کے دفائن،یہ سب نعمتیں انسان کی خدمت کے لیے سراپا انتظار تھیں۔انسان کا تجسس تحقیق اور دریافت کا عمل بڑھتا رہا،آخر وہ عہد طلوع ہوا جسے حکماء نے صنعتی و مشینی عہد کا نام دیا ہے۔صنعتی عہد نے انسان کو دولت کے خزانوں سے مالا مال کر دیا۔

لیکن دولت کے یہ خزائن چند انسانوں کی ملکیت میں تھے۔ایک طرف جاگیردار وسیع قطعات اراضی کے مالک تھے،ان کھیتوں میں محنت کش کسان کام کرتے تھے،وہ نواب اور رئیس کی عیاشی کے لیے مشقت کرتے تھے،ان کے تخلیق کردہ سرمائے پر تصرف کے سارے اختیارات زمیندار کے پاس تھے،ان محنت کش کسانوں کی زندگی عبرتناک اذیتوں اور دکھوں سے معمور تھی۔زندگی کی مسرتیں کسان کے لیے بے معنی تھیں،مسلسل محنت نے اسے قبل از وقت بوڑھا کر دیا تھا۔اس کی بیوی کا حسن ماند پڑ گیا تھا یہ خدمت گزار بیوی لاتعداد غموں اور صدموں کا زندہ نمونہ بن گئی تھی۔بچے مناسب خوراک تفریح راحت صاف ستھرا ماحول اور زندگی کی فطری خوشیاں نہ ملنے سے افسردہ اور غم زدہ تھے۔

جبکہ وڈیرے کی عالیشان حویلی جنتی محل تھی،اس میں زندگی کی ساری خوشیاں موجود تھیں،دوسری طرف فیکٹری کے مزدور کی حالت بھی ایسی ہی تھی،وہ بھی سرمایہ دار اور صنعت کار کی عیاشی کے لیے آٹھ آٹھ گھنٹے کام کرتا تھا۔صنعت کار کے پاس بنگلہ تھا،بہترین گاڑی تھی،پری پیکر بیوی تھی،خوبصورت بچے تھے،دنیا کا ہر عیش میسر تھا۔نواب،سیٹھ،رئیس،ملٹری جنرل،بیوروکریٹ اور صنعت کار اقتدار کے ایوانوں اور معاش کے خزانوں پر قابض تھے۔قوانین اور ضابطے ان کے مفادات کے تحفظ کے لیے بنتے تھے۔پارلیمنٹ ایک ایسا ادارہ تھا جو ان کے تحفظ کے لیے کام کرتا تھا۔عدالتیں،پولیس فورس،آرمی،بیوروکریسی اور ترقیاتی ادارے،سب ان امیر اور رئیس انسانوں کی چاکری کے لیے وقف تھے۔

جبکہ غرباء کی حالت بدتر تھی،کام کرنے والے کام کے ثمرات شیریں سے محروم تھے،ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔انقلاب کی لہریں خاموش تھیں انسانی ذہنوں میں حالات کے تغیر کے لیے تلاطم کے کوئی آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔تب سوشل ریفارمز (قلم) پیدا ہوئے،انہوں نے امراء کے ظلم کو نمایاں کیا۔غیر مذہب محنت کشوں کے حق میں فلاحی و اخلاقی اور انقلابی لٹریچر تخلیق کیا۔اس سے محاذ آرائی اور جنگوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا۔معصوم انسانیت ان جنگوں کا ایندھن بنتی رہی،یہ جنگیں ایک ناگہانی آفت ثابت ہوئیں،ان جنگوں سے شہر برباد ہو گئے،تہذیب و تعلیم کے مراکز تباہ ہو گئے،کاروباری ادارے مسمار ہوئے،بستیاں ویران ہوئیں،فصلیں جلیں،قدرتی مناظر نابود ہوئے،انسانی مسرتیں تباہی کی نذر ہوئیں،روحانی قدروں کے مبلغین میدان دعوت میں اترے،انہوں نے امن اور فلاح انسانیت کے

راگ الاپے، امن کا لٹریچر شائع کیا۔ اس صورتحال سے زندگی کی بعثیت مقصد ابھر کر سامنے آئی، جدید دور کا انسان ذہنی اور اعصابی مریض بن گیا، دولت کے خزانوں پر قابض انسان بھی ڈیپریشن کا شکار ہوئے۔

روح کا حزن غم بڑھتا گیا، غربت زدہ انسان انسانیت کے مقام سے ہی محروم ہو گئے، جبکہ امراء کے ذہن میں بھی ماؤف ہو کر رہ گئے، انہیں بھی روحانی مسرتوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ یہ المفکر کے درجے سے گر کر الحیوان کے مقام پر آ گئے، نت نئی بیماریاں پھیلیں، فضائی آبی اور ارضی آلودگی نے عہد جدید کا سارا حسن اور شادابی نگل لی۔ انسان فطرت کے نظاروں سے دور ہو گیا۔ اللہ کی معرفت کا نور اس کے سینے سے رخصت ہو گیا۔ لہٰذا کھوکھلی زندگیاں سامنے آئیں، جن کے سامنے کوئی بلند روحانی اور حیاتیاتی مقصد نہ تھا۔ سماجی انصاف کی قدریں مٹ گئیں، انسان انسان کو قتل کرنے لگا، غریب اپنی کٹیا میں بے قرار تھا، امیر اپنے بنگلے میں روحانی لذت وسرور سے عاری تھا۔ یہ تھا صنعتی عہد کا وہ بحران جس نے انسان کو روحانی اعتبار سے قتل کر دیا تھا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی بندگی کا چلن اپنایا جاتا، الاحسان کے اصول کے تحت سب لوگ دولت کے خزانوں سے فائدہ اٹھاتے، الاخوت والخدمت اور الوحدت کا نظام قائم ہوتا، تو یہ عالمگیر بحران کبھی طاری نہ ہوتا، یہ حالت آج تک موجود ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ انسان رب کی چوکھٹ پر آ کر سر جھکا دے، تمام انسان بھائی بھائی بن جائیں، الاخوت، الوحدت، المحبت، الشفقت، الاحسان، الفلاح الخدمت، الرحمت، السلامتی، التکریم، الخیر، العدل الامن اور العبادت کی روحانی قدریں اختیار کر لی جائیں، المومنین، المسلمین، المفکرین، الزاہدین، العابدین، المحسنین، الخادمین، المتقین، الصالحین کے ساتھ معاشرے قائم ہو جائیں۔ تب عالمگیر روحانی تہذیبی اور اخلاقی بحران مٹ جائے گا اور المطمئنۃ الجنۃ کی مثالی سماج وجود میں آئے گا۔

جیسے سید قطب الدین شہید نے ارضی جنت کا نام دیا ہے۔ اسلامی سٹیٹ بن جائے گی اور انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی اور انسانیت کی خدمت کے لیے زندہ رہے گا۔ الخیر، الایثار، الاحسان کا اسلامی ماحول معرض وجود میں آ جائے گا اور انسانی روحانی نصب العین کی تکمیل ہو جائے گی۔ دین اسلام کے داعیوں کو اس کے لیے محنت سے کام کرنا چاہیے، ابھی منزل دور ہے لیکن اگر دعوت کے محاذ پر کام کیا جائے تو جلد ہی کاروان انسانیت منزل پہ پہنچ جائے گا اور روحانی بحران کی شب تاریک روحانی مسرت کے اُجالے بدل جائے گی۔

بقول اقبالؒ:

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

بقیہ: عبیر قرآں

۵۔ قوم کو مطلع کر کے ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ کر دکھایا کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ [۲۷/۹۱ تا ۹۳ پ ۲۳]

۶۔ کافر قوم اور سرکار کے سامنے بیان کہ "بتوں کو بڑے بت نے توڑا" ان سے پوچھ کر تصدیق کر لیں تو انہوں نے سر جھکا کر اعتراف کیا کہ "تم جانتے ہو، یہ بول نہیں سکتے" (پ ۲۱ الانبیاء آیت ۶۵) ۷۔ انکو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "افسوس تم پر اور تمہارے معبودوں پر، کیا تم عقل نہیں کرتے" جو خود کو نہ بچا سکیں اوروں کی کیسے مدد کر سکتے ہیں۔ سچ ہے۔ جو محتاج ہو دوسرے کا بھلا اس سے مدد مانگنا کیا

۸۔ لاجواب قوم نے فیصلہ کیا کہ "اسے آگ میں جلا کر اپنے معبودوں کی مدد کرو" اب ان کی بگڑی بنانے والے ان ہی کے محتاج بن گئے۔

۹۔ آپؑ آگ سے سلامت نکل آئے۔ کفار اور انکے کارساز ناکام ہو گئے۔ مشرک ہمیشہ ناکام اور ہمیشہ کیلئے انکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

۱۰۔ اللہ نے خبر دی "انہوں نے تدبیر کی جسے اللہ نے ناکام بنا دیا (الانبیاء)

لہٰذا یہی توحید دین ہے، یہی نہ صرف صحیح دین ہے بلکہ قرآن پاک نے صاف فرمایا کہ شرک فی الذات سے بچو اور شرک فی الصفات سے بھی:۔

(ا) ولا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر اللہ کے ساتھ کسی بھی کسی اور سے دعا نہ کرو (ب) ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا عبادت میں بھی شریک نہ کر (د) ولا یشرک فی حکمہ احدا حکم الٰہی میں بھی دیگر کو مت شریک کر خدائے واحد کی عبادت میں کسی کی شرکت اسلام میں گوارہ نہیں نیز انسان کی حیثیت نیابت الٰہی کی متقضی ہے کہ اپنے سے گھٹیا مخلوق کی عبادت نہیں چاہیے۔ پھر عبادت کی بنیادی اقسام بھی الفاظ خدا میں اوپر بتائی گئی ہیں اسی میں انسان کی برتری کا انحصار، کائنات پر ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنے مقام و مرتبہ کو سمجھنے کی توفیق دے اور خالق کائنات کی ہی عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مقصدِ عیدِ قرباں

فضل حق یارو خیل میانوالی
قسط نمبر 1

پاکستان کی پہلی عید قرباں بہت کٹھن تھی۔ان حالات کی ناساعدات کو جدید نسل نہیں سمجھ سکتی۔ ادھر بھارت میں مسلمانوں نے جانوروں کی بجائے لاکھوں کی تعداد میں اپنی جانوں، مالوں اور عزتوں کی قربانیاں دیں اور لاکھوں در بدر کی ٹھوکریں کھا کر پاکستان پہنچے۔اب بھی بھارت کے مسلمانوں کی حالت دنیا کے سامنے ہے۔ ہم سب ان کے لیے دعا گو ہیں۔

عید، آزمائشوں اور مشکلات پر قابو پانے اور امتحانات میں پاس ہونے پر ہر سال منانے کا نام ہے۔ زندہ قومیں اس موقع پر پچھلی کارکردگی کا جائزہ لیتی اور آئندہ حصول کامیابی کا پروگرام بناتی اور مٹنے والی اسے عیش و طرب، کھیل تماشوں، سفلی خواہشات کی تکمیل اور دماغی لطافتوں میں گزارتی ہیں۔غور فرمائیں، ہماری عید کس زمرے میں ہے؟

حضرت آدمؑ کو سوتے میں زمین پر لا کر فرشتوں نے بقول اقبالؒ اٹھاتے (جگاتے) ہوئے ان الفاظ میں استقبال کیا۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

آدمؑ کو اپنے کارندوں (نوکروں) کی طرف متوجہ کرتے، پہچان کرائی، جن کو بعد میں کارساز بنالیا گیا جو گمراہی ہے، جاسے نکالنے کے لئے پیغمبر آئے اور یہی ان کی بعثت کا مقصد تھا،سب کائنات انسان کی چاکری کے لئے بنی جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

و سخر لکم ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض جمیعاً منہ۔
اور آدم کو اشرف المخلوقات بنایا۔[جاثیہ پ ۲۵]

مثنوی روم میں ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک آدمی رات ہوتے لیپ کی روشنی میں کچھ تلاش کر رہا تھا، پوچھنے پر اس بزرگ نے فرمایا کہ آدمی ڈھونڈ رہا ہوں، بھیڑوں اور بھیڑیوں میں رہتے تنگ آگیا ہوں۔ بھیڑیے بھیڑوں کو بیقصور چیرتے پھاڑتے ہیں۔ کمزور پر ظلم وزیادتی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ایک دردمند دل والا بشرِ کامل چاہتا ہوں۔دنیا میں انسانوں کی بھی کئی اقسام ہیں۔آدمی نامہ نظیرا کبرآبادی میں ان کی کچھ نشاندہی کی گئی ہے۔مگر میرے نزدیک دو قسمیں ہیں۔

(۱) خواہش پرست اور پیٹ پوجا والا، جو قربانی کا مقصد گردے کلیجی وغیرہ سمجھتا ہے (۲) آدمیت کی بھلائی کرنے والا کہ:

یوں تو جو پیدا ہوئے وہ عمر بھر جیتے رہے
جو بھلائی کر گئے وہ تا حشر جیتے رہے

انسان ہمیشہ آدمیت سے گر کر خسارے میں رہا کہ چاکروں کو کارساز بنایا۔مثلاً گائے پرستی وغیرہ اور نوکر شاہی نظام یا پھر بے جان مرتیوں قبروں، درختوں وغیرہ کے آگے جھکایا تو یہ انسانیت کی بے قدری بلکہ موت ہے کسی نے کیا خوب کہا۔

شکلوں کو تم نہ جانچو، لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

آیئے اس کامل آدمی کی طرف جو ہر امتحان وآزمائش میں پورا اترا جس کی رب نے یوں تصدیق کی و اذابتلیٰ ابرٰھیم ربُہ بکلمٰت فاتمھن .[البقرۃ آیت نمبر ۱۲۴] کہ

۱۔بچپن میں ہی تاروں، چاند اور سورج (کارندوں) سے منہ موڑ کر مواحدانہ خیالات کا برملا اظہار کیا (پ ۷ سورہ الانعام آیات ۷۵ تا ۷۹)

۲۔والد صاحب سے فرمایا: لما تعبد ما لا یسمع و لا یبصر و لا یغنی عنک شیئاً (کہ) آپ انکی پوجا کیوں کرتے ہو جو نہ سن سکیں، نہ دیکھ سکیں اور نہ کچھ دے سکیں (مدد، امداد نہ کر سکیں)

۳۔والد صاحب سے فرمایا: اتتخذ اصناماً الٰھۃ یعنی کیا بتوں (بے جان اپنی بنائی مورتیوں) کو معبود قرار دیتے ہو۔

۴۔باشاہ کے دربار میں بھی پرچار توحید کہ اللہ مارتا اور جلاتا ہے تو باشاہ نے کہا، میں بھی ایسا کرسکتا ہوں تو (جھگڑنے کی بجائے) فرمایا میرا رب سورج مشرق سے نکالتا ہے، تو مغرب سے لادے تو کافر حیران و پریشان ہوگیا۔

[۲/ر ۲۵۷ پ ۳] [بقیہ صفحہ نمبر 16]

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا!

صاحبزادہ سلمان عادل بن محمد رمضان سلفیؒ ناظم جماعت اہلحدیث لاہور

اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے اور نیا سال زندہ قوموں کے لیے نئی امنگیں اور تازہ ولولے لیکر آتا ہے۔ ہونا تو یوں چاہیے کہ اسلامی سال کے آغاز پر سابقہ غلطیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کیا جائے اور ملک وملت کی سلامتی اور امن کے لیے بارگاہ رب العالمین میں دعائیں، التجائیں کی جائیں کہ یا اللہ امت میں اتحاد واتفاق پیدا فرما اور طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کی توفیق عطا فرما، تفرقوں کو ختم فرما۔ لیکن افسوس کہ محرم کی آمد سے قبل ہی ملک کے طول وعرض میں تناؤ کی ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ہنگامی حالات پیدا ہو جاتے ہیں، جیسے کوئی دشمن حملہ آور ہونے کو ہے یا کسی سیلاب سے نمٹنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ امن کمیٹیوں کے اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ 21 اضلاع کو حساس قرار دے کر فوج اور رینجرز کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ وہ کون سا طوفان ہے کہ جس کے لیے عاشورہ تک پولیس کی چھٹیاں منسوخ کر دی جاتی ہیں، حکومت اور انتظامیہ کی نیندیں اڑا دی جاتی ہیں، وزرائے اعلیٰ کو امن وامان کی صورتحال کی رپورٹس پیش کی جاتی ہیں، جبکہ محرم الحرم تو اسلام کے کسی بھی ٹوٹ جانے والے اصول کی بحالی کے لیے درس قربانی دینے آتا ہے۔ نواسہ رسول حضرت حسینؓ نے یزید کے جبری اور غیر اسلامی انتخاب کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اصول کی بحالی کے لیے جان قربان کر دی تھی۔

پاکستان میں ہر آنے والی گھڑی اور ہر ابھرنے والا سورج نئی افواہیں جنم دے رہا ہے۔ ہم خود کو اہلحدیث، اہل سنت، دیوبند اور شیعہ تو کہلاتے ہیں، مگر ہم نے کبھی اسلام کو سمجھا ہی نہیں۔ خود کو معیار اسلام کے مطابق ڈھالا ہی نہیں، مقرر شعلہ بیان کے القابات اپنانے والوں نے کبھی سوچا کہ امام اعظم رحمت کائنات مقرر شعلہ بیان تھے یا شیریں بیان۔ ہم نے صحیح اسلامی عقائد بیان کرنے کی بجائے دوسروں کو ہدف، تنقید بنایا۔ قرآن وسنت کو اپنانے کی بجائے تفرقہ بازی میں مبتلا ہو گئے۔ واعتصموا بحبل اللہ کو چھوڑ کر اپنی تقریروں، تحریروں، افعال وکردار سے شیرازہ ملت بکھیرنے لگے، مسلمانوں نے اپنا تشخص گنوا دیا۔ دوسری طرف ملکی صورتحال آئے دن پہلے سے زیادہ بگڑی جاتی ہے، پہلے عوام بجلی، گیس ڈھونڈتے اب مہنگائی کی وجہ سے جو کچھ موجود ہے وہ بھی خریدنے کی سکت نہیں ہے۔ کوئی قومی خزانوں پہ ڈاکہ ڈالے یا راہگیروں اور مسکینوں کو لوٹے کوئی ذخیرہ اندوزی کرے یا چینی گوداموں میں چھپا کر دام بڑھا لے اور تو اور غیرت اسلامی بھی مر چکی، کوئی ناموس رسالت پامال کرے تو بجائے حب نبوی ﷺ کے امریکہ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ آسیہ کے مقابلہ میں عافیہ کو رکھا جائے، کون اپنا ہے کون بیگانہ، عافیہ کے لیے گورنر نے کتنی محنت کی، صدر نے کیا اقدامات کیے، سیدزادہ روز محشر خاندان نبوت کو کیا چہرہ دکھائے گا۔ ذرا دونوں کے جرائم پر نگاہ تو دوڑائی جائے، جس نے شان رسالت میں گستاخی کی عالم کفر کی چہیتی ٹھہری۔ امریکہ میں پر تعیش زندگی کی پیشکش ہوئی اور جو مسلمانوں کی عزت تھی، جس پر معمولی الزامات تھے وہ 86 برس یعنی تمام عمر قید زنداں میں گزارے۔ آسیہ کا معاملہ کیا ہے؟ عدلیہ موجود ہے، یہ عدلیہ کے وقار کی بات ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ کی عظمت ورسالت کی بات ہے۔ ذرا قرآن پاک سے پوچھ کہ نبی کائنات ﷺ جب مکہ کی گلیوں، بازاروں میں تبلیغ کیا کرتے تھے، شاتم رسول تب بھی موجود تھے۔ حکام اعلیٰ جانتے ہیں کہ جب نبی ﷺ طواف کر رہے تھے، جبرائیل امین آئے اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا، ولید بن مغیرہ کی ایڑی کا کیا ہوا؟ عاص بن وائل کے تلوے کی حالت کیا ہوئی؟ کیا وہ سب زندہ رہے؟ یہ کی دور تھا، اسلامی نظام حکومت ابھی معرض وجود میں نہ آیا تھا۔ رب کائنات نے ناموس رسالت کی ذمہ داری خود اٹھالی۔ ”انا کفینک المستھزءین“ اے نبی جو آپ سے مذاق کرے اس کی سزا کے لیے ہم کافی ہیں اور جب نظام حکومت وجود میں آیا تو خود نبی رحمت نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم کیوں دیا، نہ رب نے توہین برداشت کی، نہ نبی نے خود اپنی شان میں گستاخی کو برداشت کیا۔ آسیہ کی پشت پناہی کرنے کی بجائے معاملہ عدلیہ پر چھوڑنا چاہیے۔ ان گواہوں کی دولت ایمان پر ہونا چاہیے۔ عالم کفر کی مدد وقربت کے حصول کے لیے گستاخ رسول سے کسی بھی قسم کی رعایت نہیں برتنی چاہیے۔

آیئے! اپنے ماضی کی شان وشوکت دیکھیے، ہمارا تعلق اس امت سے ہے۔ جس کے جرنیل کبھی تو اپنے جہازوں کو خود جلا دیتے تھے اور بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیتے تھے اور کہتے کہ اگر سمندر سے آگے کوئی خشکی کا ٹکڑا نظر آ جاتا تو ہم وہاں بھی رب کی کبریائی اور محمد ﷺ کی مصطفائی کا جھنڈا لہرائے بغیر نہ پلٹتے۔ آج ہم کیوں ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں، ہم نے اسلام کو چھوڑا، نبی ﷺ کی محبت کو چھوڑا، ہم تفرقوں میں بٹ گئے۔ ہم نے قرآن کا وہ سبق بھلا دیا جس کا ترجمہ علامہ اقبال نے کیا ہے۔

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ افغانی نہ تورانی

اور کلمہ اسلام پڑھنے کا مطلب بھی یہی ہے۔ ☆☆☆

شمع دین کو روشن کرنے والے!

شیخ بلال احمد سردار

جماعت اہلحدیث پاکستان کا ترجمان "تنظیم اہلحدیث" کے

بانی: مجتہد العصر مفتی دوراں حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ

بیاد: سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ

مدیر مسؤل: حافظ محمد جاوید روپڑی حفظہ اللہ

نگران اعلیٰ: صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی اور حافظ عبدالوہاب روپڑی کے زیر سایہ "تنظیم اہلحدیث" کتنی حسین بہاریں دیکھ چکا ہے اور دن بدن ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ نیز قیمتی جواہر اپنے قارئین کی نظروں کو روحانیت کی شمع دلوں میں جگمگا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نیک دعاؤں کا ثمر کہ آفاق گیر امتیازی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ اس کی حدیث و سنت کی تزئین منصۂ شہود پر قابل قدر نگاہوں کی تسکین و راحت کا اثاثہ عنایت کر رہی ہے۔ ماضی کے درخشندہ تابناک ہمارے دلوں میں جگہ بنانے والے عزیز زبیدی جن کے اداریے اور مضامین کتنی فصاحت و بلاغت اور جامعیت اپنا مقام رکھتی تھی۔ شاعر مشرق نے خوب ترجمانی کی ہے۔

آئے عشاق وعدۂ فردا لیکر
ڈھونڈ اب انہیں چراغ رخ زیبا لیکر

مولانا عزیز زبیدی ایک عظیم سکالر اور راسخ العلم شخصیت تھے۔ ان کی مداحی نوک قلم پر ہمیشہ احسان رہے گا کہ ہمارے اسلاف کے نمونے آہستہ آہستہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ بندہ نے کئی سال ان کی رفاقت میں گزارے، عالم باعمل، مفتی اعظم تحریر کے ملکہ کے جوہری۔

آج بھی ان کا چہرہ شرابور گرمی کی شدت میں بخاری شریف کے حواشی پر بڑی کاوش کے موتی بکھرتے نظر آتے ہیں انکی لائبریری کا سرمایہ کتب، نقش کہن کمروں کے آثار موج سحاب کتاب وسنت، ایک سادہ سی چٹائی پر جلوہ فگن وہ علمی میراث ساتھ لیکر خالق حقیقی کے پاس چلا گیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یادرفتہ ایک اور چاند جو اپنی تابانیاں دکھاتا رہا، میری مراد مولانا "محمد رمضان سلفی" جس نے اپنی عرق ریزی سے "تنظیم اہلحدیث" کو خوب چمکایا اور گاہے گاہے داد حاصل کرتے رہے، میری کئی میٹنگوں میں صرف چہرہ شناسائی تک تعلق رہا۔ جب وہ اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف چلے گئے تو ان کی خوبیوں اور ان کی علمی استعداد صفحہ قرطاس پر نمودار ہوئی۔ محترم مولانا کتنے علوم کا ذخیرہ اور سرمایہ مسلک حقہ کی ترجمانی کے لیے کوشاں تھے

اسکے علاوہ بااخلاق، مزاج شناس، زہد و تقویٰ، سنت خیر الوریٰ کی کماحقہ پیروی کرنے میں کوئی دقیقہ فراموش نہیں کرتے تھے بلکہ سنت کے والہانہ شیدائی اور فدائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد رمضان سلفی کو ایک سنجیدہ فکر اور قوت روحانی اور مسلک کی تڑپ انکی ذات کا خاصہ تھا، مولانا اپنی سادگی میں علمی پارے بکھیرنے میں بہت تاثیر رکھتے تھے۔ خاندان روپڑی کے دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے والے اور قدرداں تھے۔ ان کی دینی خدمات ہمیشہ تابندہ رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا
لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو
اسی شوق میں طے کیا بحروبر کو
سنا خازن علم دیں جس بشر کو
لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو خود مزا اس کا چکھ کر

☆..........☆..........☆

WEEKLY LAHORE
TANZEEM AHL-E-HADITH
فون مرکزی (042) 5854010
دفتر ادارہ (042) 6581025
تنظیم اہلحدیث
C.P.L - 104

سلف صالحین کے طریق کار کا علمبردار

☆ خوشخبری ☆
جامعہ اہلحدیث لاہور کا
سعودی جامعات سے الحاق

جامعہ اہلحدیث لاہور

تعارف

جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمد للہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل اساتذہ کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں 28 قابل اور محنتی اساتذہ تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

قائم کردہ

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ خطیب پاکستان حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ رئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ

تاسیس اول: 1914ء شہر روپڑ ضلع انبالہ   تجدید تاسیس: 1949ء لاہور

شعبہ جات

جامعہ ہذا نو شعبوں پر مشتمل ہے۔ 1۔ تحفیظ القرآن الکریم، 2۔ درس نظامی، 3۔ وفاق المدارس السلفیہ، 4۔ دارالافتاء، 5۔ تصنیف والتالیف 6۔ فن مناظرہ، 7۔ دعوت والارشاد، 8۔ کمپیوٹر لیب، 9۔ طب اور اسکے ساتھ ساتھ ایف اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سعودی جامعات میں داخلے

جامعہ اہلحدیث سے کے طلباء کے لیے سعودی جامعات میں حصول تعلیم کے مواقع۔

وظائف

ہر ماہ طلباء کے لیے معقول وظائف

سالانہ اخراجات

جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام، ادویات، صابون، اساتذہ کرام وملازمین کی تنخواہوں سمیت تقریباً 58 لاکھ 43 ہزار دو سو بیاسی روپے سے تجاوز کر چکا ہے جو اللہ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ احباب کے تعاون سے بیسمنٹ گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور پر تدریسی ورہائشی بلاک، کچن اور ڈائننگ ہال تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ جبکہ مزید دو فلور کی اشد ضرورت ہے جس کا تخمینہ تقریباً 80 لاکھ ہے۔

اپیل: یہ تمام کام اللہ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے جاری ہیں اسلئے مخیر حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

☆ ☆ ☆

ترسیل زر کا پتہ
اکاؤنٹ نمبر 7066 یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور پاکستان

منجانب: حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور دفتر نمبر: 0423-7656730 موبائل: 0300-9476230